محمد اسحاق بھٹی

ایک حدیث

عَنِ ابْنِ عُمَرَ۔ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ۔لَیْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُکَافِیْ
وَلٰکِنَّ الْوَاصِلَ الَّذِیْ اِذَا قُطِعَتْ رَحِمُہٗ وَصَلَھَا۔ (صحیح بخاری)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں ہے جو برابر کی سطح پر تعلقات قائم کرتا ہے، بلکہ صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے جو انقطاع کے بعد تعلقات استوار کرتا ہے۔

یہ حدیث صحیح بخاری اور احادیث کی دیگر کتابوں میں موجود ہے۔ اس کے راوی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے صاحب زادۂ گرامی قدر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ حدیث اگرچہ مختصر اور چند الفاظ پر مشتمل ہے، لیکن معاشرتی اعتبار سے نہایت اہمیت کی حامل ہے۔ اس میں زندگی کے ایک عمدہ اصول کی وضاحت کی گئی ہے اور معاشرے کو صحیح ترین خطوط کی طرف گام زن ہونے کی تلقین فرمائی گئی ہے، اس میں بتایا گیا ہے کہ اس دنیا میں ایک دوسرے سے میل جول کا صحیح طریقہ کیا ہے۔ صلہ رحمی کے کیا تقاضے ہیں اور لوگوں سے تعلقات قائم اور استوار کرنے میں کس چیز کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادِ گرامی کا مطلب یہ ہے کہ عام طور پر لوگ مکافات پر عمل کرتے اور برابر کی سطح پر رہتے ہیں، جس قسم کا کسی نے برتاؤ کیا، اسی قسم کا اس کے ساتھ خود کر دیا۔ اگر اس نے کسی معاملے میں تھوڑی بہت ہمدردی کا اظہار کیا یا کسی سلسلے میں کوئی مدد کی تو اتنا ہی بدلہ دے دیا تاکہ بوجھ اتر جائے اور احسان باقی نہ رہے۔ پھر اس کا نام صلہ رحمی رکھ دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں بے شک یہ اندازِ تعلق بھی صلہ رحمی کی تعریف میں داخل ہے لیکن فقط اسی پر اکتفا نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ اس سے آگے بڑھنا چاہیے۔ صلہ رحمی یہ ہے کہ ان لوگوں سے تعلقات استوار کیے جائیں، جن سے منقطع ہو چکے ہوں۔

درحقیقت یہی امتحان کی منزل ہے۔ ایک طرف ذاتی غرور اور پندار کا سوال ہے، دوسری طرف صحیح فطری

جذبات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے۔ غرور آگے قدم بڑھانے سے روکتا ہے، وہ دل میں یہ غلط خیال پیدا کرتا ہے کہ فلاں شخص چوں کہ مجھ سے دور ہوگیا ہے، لہٰذا میں بھی اس سے دُور رہوں گا، اگر وہ میرے قریب آنے میں سبکی محسوس کرتا ہے تو میں بھی تو اپنا ایک مقام رکھتا ہوں، کیوں اس کے قریب جاؤں ——— یہ شیطانی خیالات ہیں جو اس کو خیر کی طرف پیش قدمی کرنے اور نیکی کی طرف بڑھنے سے روکتے ہیں۔

اس کے برعکس صحیح فطری جذبات ہیں جو ہر انسان میں موجود ہیں، وہ اگرچہ بعض دفعہ دب جاتے ہیں، مگر بالکل ختم نہیں ہوتے۔ وہ جذبات انسان کو ان لوگوں کے ساتھ بھی تعلقات و روابط قائم رکھنے پر مجبور کرتے ہیں، جو کسی وجہ سے اس سے الگ ہو چکے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ اصل انسان وہ ہے، جو اس نازک موقع پر جھوٹے غرور کو ترک کر دیتا ہے اور اپنے غلط پندار کو ختم کر کے ایک مسلمان بھائی کے پاس آتا ہے، اس کی طرف مصالحت کا ہاتھ بڑھاتا ہے، اگر اپنی غلطی ہو تو اس کا اعتراف کرتا ہے اور طالبِ معذرت ہوتا ہے۔ دوسرے کی غلطی ہو تو اسے نظر انداز کر دیتا ہے اور ٹوٹتے ہوتے تعلقات کو دوبارہ جوڑنے کا اہتمام کرتا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی رو سے اصل انسان وہی ہے جو بگڑے ہوئے معاملات کو درست کرنے کی کوشش کرتا ہے اور سب باتوں کو نظر انداز کر کے روٹھے ہوئے بھائیوں کو منانے کے لیے ساعی ہوتا ہے۔

اگر معاشرے کا ہر فرد اس پر عمل کرنے کو اپنے لیے ضروری قرار دے لے تو ایک دوسرے سے بغض و عداوت کا سلسلہ قطعی طور سے ختم ہو جاتا ہے اور دنیا سکون و اطمینان کی دولت سے مالا مال ہو جاتی ہے۔